Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۹۳۴

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر ۵۲۵۴

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم جمعرات

The Daily ALFAZL RABWAH

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

قیمت فی پرچہ ۱۵ پیسے

نمبر ۱۵۸	۱۹ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ ۱۱ وفا ۱۳۵۳ہش ۱۱ جولائی ۱۹۷۴ء	جلد ۶۳/۲۸

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۱۱ وفا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ:-

فلو کی تکلیف ابھی چل رہی ہے

احبابِ جماعت حضور ایدہ اللہ کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

دُعا ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعاؤں کی ہمہ گیر تاثیرات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"دعا سے لوگ غافل ہیں حالانکہ دعا ہی تمام کامیابیوں کی جڑ ہے۔ دیکھو قرآن شریف کی ابتداء بھی دعا ہی سے ہوتی ہے۔ انسان بہت دعائیں کرنے سے منعم علیہ بن جاتا ہے۔ دُکھی ہے تو شفا ہو جاتی ہے۔ غریب ہے تو دولتمند۔ مقدمات میں گرفتار ہے تو فتحیاب۔ بے اولاد ہے تو اولاد والا ہو جاتا ہے۔ نماز روزہ سے غافل ہو تو اسے ایسا دل دیا جاتا ہے کہ خدا کی محبت میں مستغرق رہے۔ اگر کسل ہے تو اُسے وہ ہمت دی جاتی ہے جس سے بلند پروازی کر سکے۔ کاہلی سُستی ہے تو اس سے یہ بھی دُور ہو جاتی ہے۔ غرض ہر مرض کی دوا ہر مشکل کی مشکل کشا یہی دعا ہے۔ اسباب کو مہیّا نہ کر سکنا یہ عجز ہے اور مہیّا شدہ اسباب سے کام نہ لینا یہ کسل ہے۔ اس کے لئے دعا سکھلائی گئی اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ۔ جب انسان منعم بن جائے اور اسے آسُودگی ملے بلحاظ اپنے مال کے اپنی قوت کے اپنی اولاد کے اپنی عزت و جبروت کے اپنے علم و معرفت کے تو پھر کبھی کبھی اعمالِ بد کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ غضب آ جاتا ہے۔ وہ اپنی آسُودگی کو اپنی تدابیر کا نتیجہ سمجھ کر الٰہی تدابیر کو معبود بنا لیتا ہے اور بُرے عملوں میں پڑ جاتا ہے اس لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ میں منعم بن کر تیرا مغضوب نہ بنوں۔"

(بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۸ء)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کثرت سے درود پڑھو اور دلی ذوق اور اخلاص سے نبی کریمؐ کیلئے برکت چاہو

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والوں کو بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے!

"درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں اور جیسا کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے نبی کریمؐ کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہیئے کہ حضرت نبی کریمؐ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔ اور فی الحقیقت رُوح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فیضان احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں بے انتہاء برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے مگر بغیر ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ کبھی ملول ہو اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو۔ اور محض اس غرض کے لئے پڑھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں۔"

(الحکم ۵ مئی ۱۸۹۹ء ص)

پبلشر مسعود احمد۔ پرنٹر مسیح عبدالحی۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۱ ماہ وفا ۱۳۵۳ھش

قبولیتِ دُعا کے تین بنیادی ذرائع

ہم واضح کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا بھر میں پھیلانے اور غالب کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو ایک انتہائی مؤثر اور کارگر ہتھیار دیا ہے اور اس ہتھیار پر ہی اُنکی تمامتر کامیابی کا مدار ٹھہرایا ہے۔ وہ انتہائی مؤثر و کارگر ہتھیار ہے دعا۔ ان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے اور اس کی تائید و نصرت کے مورد بنتے ہوئے شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔

ہر چند کہ دعا انتہائی مؤثر اور کارگر ہتھیار ہے۔ لیکن اس ہتھیار کو استعمال کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے کہ جنتر منتر کی طرح چند الفاظ مُنہ سے بڑ بڑا دیئے اور دعا کا حق ادا ہو گیا۔ دعا اُس وقت تک اپنے حقیقی معنوں کی رُو سے دعا نہیں کہلا سکتی جب تک کہ دعا کے آداب اور اس کی شرائط کو ملحوظ رکھ کر دعا نہ کی جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عام ہتھیار بھی اُس وقت تک مفید نہیں ہوتے جب تک کہ باقاعدہ انکے استعمال کی تربیت حاصل نہ کی جائے اور مسلسل مشق کے ذریعہ مہارت حاصل نہ کی جائے۔ بعینہٖ یہی حال دعا کا ہے۔ جب تک اپنے اندر صحیح رنگ میں دعا کرنے کی اہلیت پیدا نہ کی جائے اُس وقت تک ضروری نہیں کہ دعا نشانہ پر بیٹھے اور وہ جناب الٰہی میں مقبول ہو کر انسان کو کامیاب و بامراد کرنے کا موجب بنے۔

یوں تو دعا کے بہت سے آداب اور بہت سی شرائط ہیں تاہم ان میں سے تین شرائط کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اگر یہ تین بنیادی شرائط پوری ہو جائیں تو پھر باقی شرائط از خود پوری ہوتی چلی جاتی ہیں اور ان بنیادی شرائط کے پورا ہونے کے نتیجہ میں دعا کرنے والے کے لئے قبولیتِ دعا کا حظ مقدر کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن کے ذریعہ ہمیں اس زمانہ میں دعا کا ہتھیار عنایت ہوا ہے واضح فرمایا ہے کہ قبولیت دعا کی بنیادی شرائط تین ہیں اوّل اتباعِ رسولؐ، دوم درود شریف کی کثرت، سوم استقامت۔

ان میں سے جہاں تک قبولیت دعا کی پہلی بنیادی شرط یعنی اتباعِ رسولؐ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب استعداد کامل اتباع اختیار کرنے والوں کی دعاؤں کو بدرجہ اولیٰ اس لئے قبول فرماتا اور انہیں ان کی مرادیں عطا کرتا ہے کیونکہ اس اتباع کے نتیجہ میں وہ خود ان سے محبت کرتا اور انہیں اپنے پیار سے نوازتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران آیت ۳۲)

ترجمہ:- (اے رسولؐ!) تو کہہ کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے قصور بخش دیگا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بھلا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ایسے متبع سے خود محبت کرتا ہے تو وہ کیوں نہ اس کے لئے اپنے پیار کے جلوے دکھائے اور اس کی دعاؤں کو کیوں نہ بدرجہ اولیٰ قبول کر کے اسے اس کی مرادیں عطا کرے۔ اسی لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتباع رسولؐ کو قبولیتِ دعا کی پہلی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔

جہاں تک قبولیت دعا کی دوسری بنیادی شرط یعنی درود شریف کی کثرت کا تعلق ہے اس کا خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو خود حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ:- اللہ یقیناً اس نبی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی (یقیناً اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں) پس اے مومنو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجتے اور اس کیلئے دعائیں کرتے رہا کرو اور (خوب جوش و خروش سے) ان کیلئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

جب خدا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور فرشتے آپؐ کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو آپؐ پر بکثرت درود بھیجنے والوں کو وہ کیوں نہ رحمتوں سے نوازے اور ان کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف کیوں نہ عطا کرے۔ وہ یقیناً بکثرت درود شریف کا ورد کرنے والوں کی دعاؤں کو بدرجہ اولیٰ قبول فرماتا اور انہیں اپنے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا مورد بناتا ہے۔

قبولیتِ دعا کی تیسری بنیادی شرط استقامت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ اور رسولؐ کی اطاعت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپؐ پر درود بھیجنے میں ایسی اعلیٰ درجہ کی استقامت دکھائے اور اس طرح اپنے مستقیم الحال ہونے کا ایسا عملی ثبوت پیش کرے کہ اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات موہبت کے رنگ میں اس پر نازل ہونے لگیں اور اسے اس کی دعاؤں کا خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ملنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ ایسے مستقیم الحال لوگوں اور ان پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص افضال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ۭ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ (حٰم السجدۃ آیات ۳۱ تا ۳۳)

ترجمہ:- وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم ہو گئے تھے ان پر فرشتے اُتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دُنیا میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور اس (یعنی جنت) میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے تم کو ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی تم کو اس میں ملے گا۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا کرم کرنے والے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہوگا۔

قبولیت دعا کی تیسری بنیادی شرط یعنی استقامت ایسے ارفع مقام پر دلالت کرتی ہے کہ جس میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے افضال موہبت کے طور پر نازل ہوتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں بلکہ اسے قبولیت دعا کی بشارت سے بھی نوازا جاتا ہے۔ اگرچہ ایسے خاص الخاص وجود تھوڑے ہی ہوتے ہیں لیکن ان سے تعلق رکھنے اور انکی برکات سے فیضیاب ہونے کے نتیجہ میں دوسرے مومنوں کی دعاؤں کو بھی قبولیت کے شرف سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قبولیت دعا کی ان تینوں شرائط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"قبولیتِ دعا کے تین ہی ذریعے ہیں اوّل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ دوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تیسرا موہبتِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عام قانون ہے کہ وہ نفوسِ انبیاء کی طرح دنیا میں بہت سے نفوسِ قدسیہ ایسے پیدا کرتا ہے جو فطرتاً استقامت رکھتے ہیں۔" (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۳)

الغرض اتباعِ رسولؐ، درود شریف اور استقامت قبولیت دعا کے تین بنیادی ذرائع ہیں اور غلبۂ اسلام کے اہم اور عظیم الشان کام کی انجام دہی کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کو دعا کے انتہائی کارگر ہتھیار کے عطا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ اپنے متبعین کو بفضل اللہ تعالیٰ ان تینوں اوصاف سے متصف کر دکھایا ہے۔ ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم ان تینوں بنیادی اوصاف کو نسلاً بعد نسلٍ منتقل کرتے چلے جائیں تا قبولیتِ دعا کا خصوصی شرف ہمیں ہمیشہ ہی حاصل رہے اور غلبۂ اسلام کے مقصد میں ہم کامیاب ہوتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نسلاً بعد نسلٍ اس کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قومی اصلاح کا عظیم گر — نیکی کی تشہیر اور بدی کا اخفا

(۲)

جب مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ ہم خدا کے نہیں ہو سکتے اور خدا ہمارا نہیں ہو سکتا۔ جب قوم کے لیڈروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ هَلَكَ الْقَوْمُ یعنی قوم ہلاک ہو گئی ہماری قوم برباد ہو گئی۔ اب کوئی ذریعہ نہیں رہا جس سے کام لے کر وہ خدا سے محبت کر سکے۔ اس کے فضل کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور وہ کسی انعام کی مورد بن سکے تو نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس طرف سے اپنی توجہ ہٹالی اور خدا تعالیٰ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانا ترک کر دیا۔ اگر کسی مکان کا دروازہ بند ہو۔ باہر کی طرف سے قفل لگا ہوا ہو تو کون بے وقوف ہے جو اس دروازہ پر بیٹھ کر مالک مکان کو آوازیں دینی شروع کر دے گا۔ اگر کسی کے مکان کے دروازہ کے متعلق یہ اعلان کر دیا جائے کہ اسے قطعی طور پر بند کر دیا گیا ہے اور پھر اس دروازہ کو کوئی شخص کھٹکھٹانا شروع کر دے تو سب لوگ اسے احمق اور پاگل سمجھیں گے کیونکہ وہ ایسا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوگا جو بند ہو چکا ہے اور جس کے کھلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی عمارت کا دروازہ بند تو ہو لیکن کھڑکی کھلی ہو تو سب لوگ اس کھڑکی کی طرف جائیں گے۔ دروازہ کی طرف نہیں جائیں گے وہ کھڑکی کی طرف اس لئے جائیں گے کہ کھڑکی کھلی ہوگی اور دروازہ کی طرف اس لئے نہیں جائیں گے کہ دروازہ بند ہوگا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کی محبت کا دروازہ بند کر دیا گیا

جب مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ اس دروازے سے تمہیں کوئی آواز نہیں آسکتی خواہ تم کس قدر چلاؤ خواہ تم کس قدر آہ و زاری سے کام لو تو نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ دیا اور پیروں فقیروں کے پیچھے چل پڑے کیونکہ وہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں مگر وہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں انہیں کھلی نظر آئیں اور بڑا دروازہ انہیں مقفل پایا۔ پس وہ خدا کے دروازہ کو چھوڑ کر پیروں اور فقیروں کے پیچھے چل پڑے انہوں نے کہا کہ یہ ہیں تو کھڑکیاں مگر کھلی کھڑکیاں ہیں پس آؤ ہم ان کھڑکیوں سے اندر کی طرف جھانکیں مگر جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ وہی ہوا کہ خدا کی محبت اور خدا کا پیار مسلمانوں کے دلوں سے جاتا رہا۔ روحانیت کا ان میں فقدان ہو گیا۔ وہ اس کے قرب سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے اور خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ کلام سننے سے ان کے کان ہمیشہ کیلئے نا آشنا ہو گئے۔ اسی طرح اسلامی تمدن اور سیاست میں بھی خطرناک نقص پیدا ہو گیا کیونکہ کہہ دیا گیا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں تمدن نے جو شکل اختیار کی تھی اس سے زیادہ اسلامی تمدن کو کوئی شکل نہیں دی جا سکتی حالانکہ تمدن کی شکل ہر زمانہ کے لحاظ سے بدلتی چلی جاتی ہے کسی زمانہ میں اس کی کوئی شکل موزوں ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں اس کی کوئی شکل موزوں ہوتی ہے۔ سچا مذہب وہی ہوتا ہے جو اپنے اندر لچک رکھتا ہے اسی لئے وہ مذاہب جو دنیا میں لمبے عرصہ کے لئے آتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے اندر ایک قسم کی لچک پائی جاتی ہے جو مختلف زمانوں اور مختلف حالات کے مطابق تغیر پذیر ہوتی چلی جاتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں اسلامی تمدن نے جو شکل اختیار کی وہ اور تھی مگر دمشق اور بغداد میں جو شکل اختیار کی ہے وہ اور تھی۔ بے شک اس تمدن کے اصول ایک ہی رہیں گے مگر اس کی شکل زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بدلتی چلی جائیگی اعتراض تب ہو جب اصول میں تبدیلی ہو لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اصول ہمیشہ ایک ہی رہیں گے۔ صرف اس تمدن کی شکل میں زمانہ کے حالات کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی چلی جائیگی اور شکل میں یہ تبدیلی ہو گی۔ لیکن ہوا یہ کہ کہہ دیا گیا کہ اسلامی تمدن انتہا تک پہنچ چکا ہے اور یہ کہ اس میں کوئی لچک نہیں اگر لوگ پرانے زمانہ کے تمدن کی نقل کریں تو بے شک کریں لیکن اس کے خلاف کوئی اور شکل تجویز نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے تمدن کے متعلق غور و فکر کرنا چھوڑ دیا اور وہ اس چھوٹے سے تالاب کی صورت میں بدل گیا جس کا پانی نہیں بہتا جس میں بو تو پیدا ہو جاتی ہے مگر خوشنمائی اور دلکشی باقی نہیں رہتی۔

پس یہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مَنْ قَالَ هَلَكَ الْقَوْمُ فَهُوَ أَهْلَكَهُمْ یہ درحقیقت آپ نے ایک بہت بڑا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا تھا اگر قوم کے لیڈر اسی حدیث کو ہی یاد رکھتے۔ اگر وہ اپنی قوم کو مایوس نہ کرتے۔ اگر وہ اپنی جہالت سے ان کو یہ نہ کہتے کہ تمہارے لئے اب ترقی کا کوئی امکان نہیں تو مسلمان روحانی میدان میں بھی آگے رہتے۔ اقتصادی میدان میں بھی آگے رہتے علمی میدان میں بھی آگے رہتے اور سائنٹیفک میدان میں بھی آگے رہتے مگر ہمارے ہاں تو یہاں تک مصیبت پڑی کہ مذہب تو الگ رہا مسلمانوں نے دنیوی علوم بھی پہلے لوگوں پر ختم کر دئے۔ بوعلی سینا کے متعلق کہہ دیا کہ اس نے طب میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بڑھکر اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا منطق کے متعلق کہہ دیا کہ اس کے بارہ میں فلاں منطقی جو کچھ لکھ گیا ہے اس کے بعد منطق کے علم میں کوئی زیادتی نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سارے علوم کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ ان کے متعلق پہلے لوگ جو کچھ لکھ چکے ہیں ان سے زیادہ اب کوئی شخص نہیں لکھ سکتا گویا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ هَلَكَ الْقَوْمُ جو کچھ پہلوں کو مل گیا وہ اب دوسروں کو نہیں مل سکتا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان بالکل تباہ ہو گئے نہ مسلمانوں میں خدا پرست رہے نہ مسلمانوں میں فقیہہ رہے نہ مسلمانوں میں قاضی رہے نہ مسلمانوں میں عارف رہے نہ مسلمانوں میں محدث رہے۔ کیونکہ جو چیز بھی تھی اسے گذشتہ لوگوں پر ختم کر دیا گیا اور قوم کو مایوس کر دیا گیا۔

غرض اس آیت میں خدا تعالیٰ نے قوم کی اصلاح کا ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جس فعل کو روکنا چاہو تم اس کی تشہیر کو روکو اور قوم کو مایوسی کا شکار نہ ہونے دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر بدی کی جڑ کو پکڑتا ہے اور اسے اکھیڑتا ہے اسی کے مطابق قرآن کریم بتاتا ہے کہ جس بدی کو تم روکنا چاہو اس کے اظہار کو روکو اور اسی کو الٹ کر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نیکی کو قائم کرنا چاہو اس کی عظمت اور اہمیت پھیلاؤ۔ مثلاً نماز ہے اس کے متعلق کہا جائے کہ ایسے اہم فریضہ کو کون چھوڑ سکتا ہے؟ یا چندہ ہے اس کے متعلق کہا جائے کہ چندہ نہ دینے جیسا گناہ کوئی کر سکتا ہے؟ اس قسم کی باتیں جس شخص کے کان میں پڑیں گی وہ ان کو بہت اہم سمجھے گا اور ان کے متعلق احتیاط سے کام لے گا۔ تم اپنے اندر اس کے مطابق تغیر کر کے دیکھ لو تین چار سال میں ہی تمہیں اپنے اندر بہت بڑا فرق نظر آنے لگے گا اور تمہیں محسوس ہوگا کہ افراد جماعت میں پہلے سے زیادہ بیداری پائی جاتی ہے۔ پہلے سے زیادہ ان میں نیکیوں کو اختیار کرنے اور بدیوں سے بچنے کا جذبہ پایا جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ ان کے اخلاص اور ایمان میں ترقی ہو گئی ہے جماعتی چندوں کو ہی دیکھ لو۔ اگر عام طور پر یہ ذکر ہو کہ لوگ چندہ نہیں دیتے تو یہ معمولی بات سمجھی جائے گی لیکن اگر یہ کہا جائے کہ کوئی شاذ ہی ہوگا جو چندہ نہ دیتا ہو تو ہر ایک کو اس کی اہمیت کا احساس ہوگا اور وہ چندہ میں کمزوری نہیں دکھائے گا

اسی طرح یہ گر سب نقائص اور کمزوریوں پر حاوی ہے اور تمام خرابیوں کی اس کے ذریعہ اصلاح ہو سکتی ہے تم جس فعل کو روکنا چاہو اس کے اظہار کو روکو اور اس کے الٹ جس نیکی کو قائم کرنا چاہو اس کو پھیلاؤ اور اسے اہمیت دو لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ فرض کی ادائیگی پر کسی کو خاص عظمت نہ دو۔ مثلاً کوئی شخص حج کر کے آتا ہے تو یہ نہ کہو کہ بڑا نیک اور پارسا ہے کیونکہ حج کرنا تو اس کا فرض تھا جسے اس نے ادا کیا۔ اسی طرح نماز اور روزہ

(باقی صفحہ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلبہ اسلام اور جماعت احمدیہ

(مکرم مولوی اقبال احمد صاحب نجم، بی۔اے شاہد)

اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر رحم فرماتے ہوئے مذہب اسلام کو کامل طور پر دنیا میں بھیجا اور معلم انسانیت ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا اور اعلان کر دیا۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (آل عمران ۸۶)

جو کوئی دین اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب چاہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسلام پر خود عمل کر کے دکھایا بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مذہب اسلام پر اپنی عمدہ تربیت فرمائی کہ وہ تمام انسانیت کے لئے آسمان روحانیت پر چمکنے والے ستاروں کی طرح ہو گئے۔ پس اسلام پر وہ وقت بھی آ چکا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر کی حیثیت میں دنیا پر طلوع فرما ہوئے اور ضلالت و گمراہی دیکھتے ہی دیکھتے چھٹ گئی اور صحابہ جو آپ کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے آپکے نور کو قریہ بقریہ بستی بستی میں جا کر پیش کیا۔ اور اس طرح سے تمام دنیا منور ہو گئی اور آپ کے نور کی شعاعوں نے دنیا کو احاطہ میں لے لیا لیکن مرور زمانہ سے جب ایک تاریک رات چھا گئی تو اللہ تعالیٰ نے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ اپنے آقا کے نور کو پھر دنیا میں پھیلائے تاریکی کو دور کرے اور اسلام کی سربلندی کے سامان کرے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام زندگی اسلام کے احیاء کے لئے وقف کر دی اور یحیی الدین ویقیم الشریعۃ کا عظیم مقصد جو آپ کے لئے مقدر تھا پورا کر دی آپ نے اپنی کتاب فتح اسلام میں فرمایا:

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کیلئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کیلئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے۔ جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے۔ جس کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ آپ چاہتا ہے۔ اور ضروری تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کیلئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کیلئے بھیجکر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا" صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے بعد پانچ شاخوں کا ذکر فرمایا ہے

اول: تالیف و تصنیف

دوم: اشتہارات جاری کرنا

سوم: مرکز میں واردین اور صادرین

چہارم: مکتوبات۔

پنجم: مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اس نے اس سلسلہ کو قائم کرنے کے وقت فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا۔ وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت در پیش ہے اور فرمایا کہ جو تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا۔ اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا"۔ (فتح اسلام)

پس اس سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلانے کیلئے اور طوفان ضلالت سے جو تمام دنیا میں برپا ہے۔ نجات دینے کیلئے اس کشتی میں تمام دنیا کو بٹھانے کی ضرورت ہے جو اس زمانہ میں تیار کی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کے سامنے ۱۶ سالہ عزم اور جہد کی جو سکیم رکھی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انہی پانچ شاخوں کی تقسیم ہے۔

تالیف و تصنیف کے باب میں دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شامل ہیں اور اشتہارات کے ذیل میں دنیا کو کم از کم ۱۰۰ زبانوں میں بنیادی لٹریچر کی اشاعت آ جاتی ہے۔ مرکز میں واردین اور صادرین کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے گیسٹ ہاؤس کی تعمیر اور واردین اور صادرین اور اشاعت اسلام کی مہم کو مرکز سے لئے۔ مختلف ممالک افریقہ یورپ اور انگلستان میں مراکز کا قیام ہے اور فرانس اور اٹلی اور سپین وغیرہ ممالک میں مضبوط مراکز کے لئے اہتمام کرنا ہے اور مکتوبات کی شق میں تمام دنیا کے احمدیوں کو بنیان مرصوص بنانے کے لئے توصلۃ واحدۃ..... کو تخلیق کرنیکے لئے سکیم ہے۔ مثلاً فلمی و دستی براڈکاسٹنگ اسٹیشن وغیرہ۔

اور یہ چار شاخیں پانچویں شاخ کی تکمیل کیلئے ہیں کہ تمام دنیا اس درخت کے نیچے بسیرا کر لے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا اور جسکی ٹھنڈی چھاؤں کے علاوہ اور کہیں چھاؤں نہیں۔

سپین میں باقی یورپ کی نسبت لوگ زیادہ مذہبی ہیں۔ مگر شراب پانی کی طرح استعمال ہوتی ہے۔ اور اکل حرام کی کوئی انتہا نہیں اور وہ جذبات جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ روحانیت کے لیے مضر ہیں۔ ان کا سڑکوں اور بازاروں میں کھلے بندوں اظہار کیا جاتا ہے اور یہ لوگ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق دکھائی دیتے ہیں کہ وَسِیقَ الَّذِینَ کَفَرُوا اِلَی جَہَنَّمَ زُمَرًا (زمر ۷۲) کہ جو لوگ اسلامی تعلیم کا انکار کرنے والے ہوں گے۔ ان کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائیگا یہ حقیقت تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں یہ بھی مقدر تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان کرے گا کہ کفر و ضلالت کی سیاہی چھٹ جائے گی اور گروہ در گروہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے اس وقت جنت کے دربان انہیں ہمیشہ کی سلامتی کا تحفہ پیش کریں گے۔

پس اس ۱۶ سالہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے پروگرام کا مطلب بھی یہی ہے کہ تا جلد قرآنی پیشگوئیوں کے پورا ہو جانے کا وقت آ جائے اور تمام دنیا کے لئے سلامتی کا تحفہ مسیح محمدی کے خدام تمام ملکوں کے رہنے والوں کو پیش کر دیں تا خدائے واحد کی حمد سے معمور ہو جائے اور ہر چشم وا اسکا نظارہ کرے۔

جماعت کے دستور کو مالی قربانی میں بھی سابقت کی روح سے کام لینا چاہیے اور جانی قربانی میں بھی آگے بڑھنا چاہیئے یعنی اپنی اور اپنی اولاد کی زندگیاں وقف کرنی چاہئیں تاکہ آئندہ آنے والی ضرورتوں کے لئے تیاری کی جا سکے۔

مالی قربانی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ [illegible])

نیز فرماتے ہیں

خدا بڑی دولت ہے۔ .... وہ بڑی مراد ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے جانوں کو فدا کرو۔

(ازالہ اوہام ص ۷۹)

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس ضرورت حقہ کو پورا کرنے والی عظیم الشان سکیم میں شامل ہونے اور بڑھ چڑھ کر قربانیوں کی توفیق دے جس کے ذریعہ مسیح پاک علیہ السلام کے پروگرام اور اسلام کو جلد دنیا میں سربلند کرنے کے پروگرام کی تکمیل ہوتی ہے

صد عزیزاں بے خلوص و صدق نکشایند راہ
مصفا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

صبر کرنیوالے کا اجر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے جب جوش اور غصہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔"

ملفوظات جلد سوم ص ۱۸۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاریخ اسلام

قریش مکہ کے مظالم

"قریش کے ظلم و تعدی کا بادل جب پیہم برس کر نہ کھلا تو رحمت عالم نے جان نثاران اسلام کو ہدایت کی کہ حبش کو ہجرت کر جائیں۔ جان نثاران اسلام ہر قسم کی تکلیف جھیل سکتے تھے اور ان کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہو سکتا تھا لیکن مکہ میں رہ کر فرائض اسلام کا آزادی سے بجا لانا ممکن نہ تھا۔ اس وقت حرم کعبہ میں کوئی شخص بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ جب اسلام لائے تو انہوں نے کہا میں اس فرض کو ضرور ادا کرونگا۔ لوگوں نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے۔ حرم میں گئے اور مقام ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر سورۂ رحمان پڑھنا شروع کیا۔ کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور ان کے موہنہ پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ اگرچہ انہوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھ کر دم لیا لیکن واپس گئے تو چہرہ پر زخم کے نشان لے کر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ جاہ و اقتدار میں دیگر رؤسائے قریش سے کم نہ تھے لیکن آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور اس بناء پر ایک بار ہجرت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ..... کفار کی ایذا تعدی اب کمزوروں اور بے کسوں پر محدود نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ معزز اور طاقتور قبیلہ تھا۔ ان کے یاور اور انصار بھی کم نہ تھے تاہم وہ بھی کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے اور بالآخر حبش کی ہجرت کا ارادہ کیا۔ برک الغماد جو مکہ معظمہ سے یمن کی سمت پانچ دن کی راہ ہے وہاں تک پہنچے تھے کہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہوگئی جو قبیلہ قارہ کا رئیس تھا۔ اس نے پوچھا کہاں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "میری قوم مجھے رہنے نہیں دیتی چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں"۔ ابن الدغنہ نے کہا۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ تم جیسا شخص مکہ سے نکل جائے۔ میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں"۔ تو حضرت ابوبکرؓ اس کے ساتھ واپس آئے۔ ابن الدغنہ مکہ پہنچ کر تمام سرداران قریش سے ملا اور کہا کہ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو مہمان نواز ہے، مفلسوں کا مددگار ہے، رشتہ داروں کو پالتا ہے۔ مصیبتوں میں کام آتا ہے"۔ قریش نے کہا لیکن شرط یہ ہے کہ ابوبکرؓ نمازوں میں چپکے جو چاہیں پڑھیں آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے چند روز یہ پابندی اختیار کی لیکن آخر انہوں نے گھر کے پاس ایک مسجد بنائی اور اس میں خضوع و خشوع کے ساتھ بہ آواز قرآن پڑھتے تھے۔ وہ نہایت رقیق القلب تھے۔ قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے۔ عورتیں اور بچے انکو دیکھتے اور متاثر ہوتے۔ قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی۔ اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "مجھ کو خدا کی حفاظت بس ہے۔ میں تمہاری جوار سے استعفاء دیتا ہوں"۔

(سیرۃ النبی شبلی نعمانی مجلد اوّل ص ۱۷۱ و ص ۱۸۱)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

امسال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۴ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

درخواست دعا

میرے والد مکرم بشیر احمد صاحب سیال انسپکٹر اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ چند روز سے صاحب فراش ہیں۔ کمزوری بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ ان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

(امۃ الرشید سیال دار الرحمت غربی الف۔ ربوہ)

ایک اہم نصیحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے اس لئے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر"۔ (ملفوظات جلد ۳ ص ۱۵۵)

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

صرف عقائد باعث نجات نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"انسان صرف عقائد سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ..... عقائد کی مثال ایک باغ کی ہے جس کے بہت عمدہ پھل اور پھول ہوں اور اعمال صالحہ وہ مصفّٰی پانی ہے جس کے ذریعہ سے اس باغ کا قیام اور نشوونما ہوتا ہے۔ ایک باغ خواہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو لیکن اس کی آبپاشی اگر عمدہ نہ ہو تو آخر خراب ہو جاوے گا۔ اسی طرح اگر عقیدہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو لیکن عمل صالح اگر اس کے ساتھ نہ ہوگا تو شیطان آکر تباہ کر دے گا"۔

ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۶۵، ۳۶۶

(قیادت تربیت مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

بقیہ صفحہ ۳

اور زکوٰۃ ہے۔ ان کو ادا کرنے کی وجہ سے کسی کی تعریف نہ کرو۔ کیونکہ اگر ان کی وجہ سے کسی کی تعریف کی جائیگی کہ وہ بڑا نیک اور پارسا ہے تو جو انکو ادا نہیں کرتا وہ کہے گا کہ اچھا میں ایسا نیک اور پارسا نہ سہی معمولی مسلمان تو ہوں۔ لیکن جب ان کا ادا کرنا ہر ایک مومن کا فرض بتایا جائے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ ان کو ادا کئے بغیر تو میں معمولی مسلمان بھی نہیں بن سکتا۔ پس اس بات کو یاد رکھو اور جو نواہی ہیں ان کے اتہام کو برا سمجھو اور انہیں کبھی اپنی قوم میں پھیلنے نہ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تھوڑے ہی عرصہ میں تمہارے اندر ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جائے گا اور تم قومی اصلاح کے کام میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل)

میٹرک، ایف اے اور بی اے کے

طلباء کے لئے نادر موقع!

- اگر آپ چھٹیوں میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتے ہیں۔
- اگر آپ میٹرک (سائنس و آرٹس مضامین)، ایف اے اور بی اے (تمام مضامین) بمعہ انگریزی کے لئے ٹیوشن پڑھنا چاہتے ہیں۔
- اگر آپ اپنے بچوں کو کے جی کیلئے ٹیوشن پڑھانا چاہتے ہیں۔
- اگر آپ کسی تعلیمی یا نفسیاتی الجھن سے دوچار ہیں۔ تو بہت معمولی ٹیوشن فیس میں جدید طریقہ تعلیم سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے ہمارے سنٹر میں شام ۴ بجے سے رات ۸ بجے تک تشریف لائیے۔

مرزا اصلاح الدین چیف آرگنائزر، ایسوسی ایٹ ٹیوٹرز، اسٹوڈنٹ گائیڈنس اینڈ ٹیوشن سنٹر، بیت العزیز نزد مسجد لطیف دار الصدر شمالی۔ ربوہ۔

ماہانہ کارگزاری کی رپورٹ بھجوانا قائدین مجالس کی اہم ذمہ داری ہے۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے

اس کے بغیر نہ دین کی راہ میں قربانیاں دی جا سکتی ہیں اور نہ الٰہی بشارتوں کا وارث بنا جا سکتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء میں ایمان بالآخرۃ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

اصولی طور پر جماعت الٰہیہ کو آخری اور کامل غلبہ کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس دنیا میں بھی کوئی الٰہی سلسلہ دنیوی مخالفتوں اور دنیوی منصوبوں کے نتیجہ میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ ہی کامیاب رہا ہے اور دشمن ہمیشہ ہی اپنے منصوبوں میں ناکام رہے ہیں لیکن کیونکہ بشارتوں کے ساتھ ذمہ داریاں بھی عائد کی جاتی ہیں اور قربانیوں کا بھی مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان قربانیوں میں جان کی قربانی۔ اموال کی قربانی۔ اوقات کی قربانی۔ جذبات کی قربانی۔ غرض ہر قسم کی قربانیاں شامل ہوتی ہیں اور بہت سے ایسے مخلص جاں نثار افراد الٰہی سلسلوں میں ہوتے ہیں جن کو اپنی جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ انہیں اس دنیا میں اُن انعامات سے حصہ نہیں مل سکتا جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر بہت سے ایسے جاں نثار مخلصین ہوتے ہیں جو اموال کی انتہائی قربانی دے دیتے ہیں۔ لیکن اس دُنیا میں دس گنا یا سو گنا یا ہزار گنا دولت ابھی بطور انعام نہیں ملی ہوتی کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور پیچھے رہ جانے والے قربانیوں کا پھل اور ثمرہ اسی دنیا میں بھی پا لیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو عرب پر آخری فتح تھی وہ زمانہ نبوت کے بالکل آخری زمانہ میں تھی اس عرصہ میں صحابہؓ نے جانیں بھی دیں۔ اس عرصہ میں صحابہؓ نے اپنے اموال بھی قربان کئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے گویا کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا لیکن ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو اس عرصہ میں فوت ہو گئے۔ غرض کسی کو کچھ علم نہیں کہ اس کی زندگی کتنی ہے۔ موت ہر وقت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اسے اگلے سانس کا بھی علم نہیں ہوتا۔ اگر انسان یہ سمجھے کہ یہی زندگی ہے اور بس۔ مریں گے اور ابدی فنا کی گود میں چلے جائیں گے تو دلیری کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ ہر قسم کی قربانیاں دے دینا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ انسان سوچتا ہے کہ اگر بس یہی زندگی ہے تو کیوں ہم اس دنیا میں تکالیف برداشت کریں۔ اور اگر بس یہی زندگی ہے تو اس زندگی کو چھوڑ کر موت کے دروازے کیوں کھٹکھٹائیں۔ اگر یہی زندگی ہے تو کیوں نہ جو دولت ہمیں ملی ہے اس سے ہم عیش کریں اور مزے اڑائیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی تاکید سے فرمایا ہے کہ آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اس کے بغیر ایمان ایمان نہیں ہوتا یعنی اس دنیوی زندگی کے بعد انسان کو ایک اور زندگی ملے گی اور اس زندگی کا تعلق انسانوں کے ایک حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قہر کا سلوک اور انسانوں کے ایک دوسرے حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا سلوک ہوتا ہے اگر آخرت پر ایمان نہ ہو یا اگر علم آخرت پر ایمان پختہ اور مستحکم نہ ہو تو شیطان وسوسہ ڈالے گا اور کہے گا کہ کیوں تم اپنی جان اور اوقات اور اموال اور آرام ایک ایسی بشارت کے لئے قربان کر رہے ہو کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ جب اس کا نتیجہ نکلے گا تو تم اس دنیا میں موجود بھی ہو گے یا نہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سب سے خطرناک وسوسہ جو شیطان ایک انسان کے دل میں پیدا کر سکتا ہے وہ آخرت کے متعلق وسوسہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

بشارت یہی ہے کہ دنیا میں بھی دل جیتو گے تو غالب آ جاؤ گے تلوار سے نہیں بلکہ دل جیتو گے تو غالب آؤ گے اور اس دنیا میں بھی بڑی نعمتیں ملیں گی لیکن جہاں تک اس دنیا کی نعمتوں کا تعلق ہے بعض لوگ قربانیاں دیتے دیتے فوت ہو گئے مگر ان کی اولاد نے اللہ تعالیٰ سے اس دنیا میں بھی اجر پایا لیکن شیطان آکر یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم نے قربانی دی اگر یہ زندگی یہیں ختم ہو جاتی ہے اگر کوئی اُخروی زندگی نہیں ہے پھر تو تمہیں قربانی دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے۔ اور شیطان کا بڑا حملہ یا بڑا وسوسہ انسان کے خلاف یہ ہے کہ وہ اس کے دل میں آخرت کے متعلق یہ شبہ ڈال دیتا ہے کہ جب اس دنیا میں قربانی دینے کا بعد میں کوئی نتیجہ نکلنا ہے تو پھر قربانی دینا بے سود ہے اور یہ وسوسہ اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب آخرت کے متعلق یقین پختہ نہ ہو یا پختہ نہ رہے تو پھر انسان شبہ میں پڑ جاتا ہے اور قربانی نہیں دے سکتا کیونکہ اس طرح وہ اپنی عقل سے کام لے رہا ہوتا ہے کہ جب اس دنیا میں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے تو پھر قربانی دینے کا کیا فائدہ ہے؟ دُنیا کے انعامات کے وعدہ کے متعلق یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید اور بکر کی زندگی میں وہ پورے ہوں گے یہ وعدہ تو ہے کہ الٰہی سلسلہ یقیناً کامیاب ہوگا لیکن یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید یا بکر کی زندگی میں کامیاب ہو جائیگا اور زید یا بکر سوچنے لگ جائیں کہ ہماری زندگی میں اس دنیا کی جو نعمتیں ملنی ہیں پتہ نہیں وہ پوری ہوتی ہیں یا نہیں اس واسطے ہم کیوں قربانی دیں۔ شیطان آکر اس طرح دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ غرض تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے۔

(الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۷۰ء)

شفا دے اور چوہدری صاحب موصوف کی پریشانی دور ہو۔

(شیخ محمد یوسف حلقہ مسجد فضل لائلپور)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے داماد عزیزم منیر احمد صاحب منیب بی۔ ایس سی ٹیچر کمپالہ (یوگنڈا) کو بچی عطا فرمائی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچی کا نام عطیۃ الحکیم تجویز فرمایا ہے۔ عزیزہ محترم قاضی محمد رشید صاحب سابق وکیل المال ربوہ کی پوتی ہے۔

احباب مولودہ کی درازیٔ عمر اور خادمہ دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔

(خاکسار ابو العطاء جالندھری)

تعلیم الاسلام کالج ربوہ

اعلانِ داخلہ

گیارھویں جماعت (آرٹس۔ پری میڈیکل۔ پری انجینئرنگ) میں داخلہ کے لئے درخواستیں مجوزہ فارم پر معہ پروویژنل سرٹیفکیٹ، کیریکٹر سرٹیفکیٹ، رزلٹ کارڈ اور پاسپورٹ سائز تین عدد فوٹو مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۷۰ء تک کالج کے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔ طلباء کا انٹرویو ۱۷ جولائی سے ۲۱ جولائی تک صبح ۹ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر تک ہوگا۔

انٹرویو کے وقت طالب علم کے والد یا سرپرست کا ساتھ آنا لازمی ہوگا۔ فارم داخلہ اور پراسپکٹس کی کاپی کالج سے ملے گی۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے نتائج نہایت شاندار رہے ہیں۔ امسال انٹرمیڈیٹ کے بائیس طلباء میرٹ سکالرشپ کے مستحق قرار پائے۔

(پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

امراء و صدر اصحاب جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں گزارش

جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے امراء و صدر اصحاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ازراہ کرم چندہ کی رقوم بذریعہ منی آرڈر وغیرہ بھجوانے کی بجائے کسی دوست کے ذریعہ مرکز میں بھجوا دی جائیں تاکہ رقوم جلدی مل جائیں۔ منی آرڈر وغیرہ کے ذریعہ رقم بھجوانے سے وصولی میں دیر ہو جاتی ہے۔

(ناظر بیت المال آمد۔ ربوہ)

درخواستِ دعا

اہلیہ صاحبہ چوہدری غلام دستگیر صاحب لائلپور نائب امیر جماعت لائلپور سخت بیمار ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۵۳